ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

اکرام اللہ کے ناول "سائے کی آواز" کا سماجی مطالعہ

وقار احمد

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج، پشاور

ڈاکٹر جہانزیب شعور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج، پشاور

Abstract

This paper examines the central social dimensions articulated in the prose of Urdu fiction writer IkramUllah. His narratives consistently engage with socio-economic disparities, the psychological repercussions of modernity, and the pervasive structures of social oppression. Through understated symbolism and finely crafted character portrayals, IkramUllah exposes moral hypocrisy, patriarchal constraints, and the erosion of communal ethical frameworks. His work reflects a distinctive synthesis of psychological realism and social critique, demonstrating how individual distress is deeply rooted in broader cultural and institutional forces. Ultimately, his prose articulates a sustained quest for human dignity, ethical coherence, and authentic human relationships within an increasingly fragmented social environment.

Keywords

IkramUllah; Urdu fiction; social criticism; modernity; psychological realism; class disparity; patriarchy; moral hypocrisy; sociological narrative; contemporary Urdu literature.

جب کبھی انسان کے جد امجد نے اس کرہ ارض پر قدم رکھا تو اس کو تن تنہا زندگی گزارنا دشوار ہو گیا۔ انسان کو اپنے ہم جنسوں کی ضرورت پیش آ گئی۔ جس کا بنیادی مقصد اپنے لیے زندگی کو اسان بنانا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا تھا اور ایک دوسرے کے کام آنا تھا۔ پس قدرت نے بھی کچھ ایسا ہی فطری ماحول بنا رکھا تھا۔ وقت گزرتا گیا انسان کی آبادی بڑھتی گئی اور لوگ منقسم ہونے لگے۔ وقت کے ساتھ ماحول کی تبدیلی دیکھ کر انسان نے باہمی مشاورت سے ایک مشترکہ معاہدات کے تحت رہنے کی ٹھان لی اور یوں باہمی مسائل کے حل، ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اور ایک دوسرے کے تحفظات کے خاتمے کے لیے ایک معاشرہ تشکیل دیا گیا۔ کل انسانیت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان مختلف مراحل سے گزر کر معاشرے کو تشکیل دے چکا ہے۔ اسی طرح انسان کے ترقی یافتہ ہونے یا سہولیات پانے سے قبل بھی دشوار مراحل سے گزر چکا ہے۔ پہلے اگر ہل چلایا جاتا تھا تو اب مشین کے ذریعے بوبائی کی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کے دیگر مسائل کا حل بھی انسان نے مختلف ادوار اور مراحل سے گزر کر کیا۔ انسان کو دیگر ضروریات کی طرح ادب کی بھی ضرورت پیش آئی۔ قصہ کہانی چونکہ انسان سے وابسطہ ایک شے ہے اور انسانی سماج میں ہی اس کی پیدائش اور بڑھوتری ہوتی ہے اس لیے انسان بھی اس میں دلچسپی رکھتا ہے۔ مافوق الفطرت کہانیوں کے علاوہ ادب کی ہر قسم کسی نہ کسی سطح پر زندگی سے میل کھاتی ہے۔ ادب کا جب کبھی سماجی تناظر میں مطالعہ کیا جائے گا تو اس میں ضرور سماجی عناصر دیکھنے کو ملیں گے۔

اکرام اللہ نے اپنے فکشن مین بھی سماج کو پرویا ہوا ہے۔ ان کے فکشن کا سماجی مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے ادب کو سماج کا عکس بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ وہ ادب کے ذریعے سماج کو ٹھیک بھی کرنا چاہتے ہیں اور قاری کو بھی یہ بتاتے ہیں کہ جو ادب لکھا یا پڑھا جا رہا ہے وہ سماج ہی کا عنصر ہے۔ اکرام اللہ 1930ء کو بھارت کے شہر جندیالہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس دور میں آنکھ کھولی جب ہندوستانی معاشرہ شکست وریخت سے دوچار تھا اور نئے سیاسی و سماجی ماحول کا سامنا کر رہا تھا۔ تقسیم ہندوستان کو اکرام اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہجرت کے مسائل کا سامنا بھی کیا۔ اس وقت انسان انسان کا قاتل بن رہا تھا سماج میں مذہبی منافرت کا بول بالا تھا اور سیاسی کھینچا تانی ہو رہی تھی۔ ایسے حالات سے جو بھی ادیب گزرا ہے اس کے ذہن وادب پر ان حالات نے ضرور اثر کیا ہوا ہے۔ تقسیم ہند ایک سانحہ تھا۔ جس نے اس خطے کے لوگوں کے اذہان

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پر ان منٹ نقوش چھوڑ رکھے۔ادب نے ان تمام حالات کی عکاسی کی۔اکرام اللہ بھی ان ہی ادیبوں میں سے ہیں جنہوں نے اس دور کے سماج کے حالات کو ادب میں جگہ دی۔اکرام اللہ کے فکشن کا سماجی تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو قاری با آسانی اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ ان کا فکشن سماج کی من و عن عکاسی کرتا دکھائی دیتا ہے۔

اکرام اللہ کا ناول "سائے کی آواز" 2001ء میں شائع ہوا۔اس کا مرکزی وراوی کردار کمال احمد ہے۔اس ناول کی کہانی کمال احمد کی زندگی پر مبنی ہے۔اس ناول میں تانیثی کردار "فیروزہ" ہے جس کا اس سے قبل نام شگفتہ تھا۔فیروزہ ایک طوائف ہے جس کی معاشرے کو ضرورت تو ہے لیکن اس کے لیے معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ناول کے آغاز ہی میں سماج کا ایک تلخ عکس دیکھنے کو ملتا ہے:

> "مگر وہ آہستہ آہستہ اپنی تصویر ان سے کوئی دس فٹ دور الگ تھلگ ایک کونے میں لے گئی۔اسے ان کا ساتھ ناپسند ہے یا وہ ان کی نفرت سے ڈرتی ہے کیونکہ وہ رنڈی تھی اور باقی سب کی سب غیر رنڈی تھیں۔"[1]

ہندوستانی سماج پر نظر دوڑائی جائے تو یہ کثیر المذاہب اور کثیر الثقافتی سماج تھا۔یہاں جب انگریز آئے اور انہوں نے سیاسی ڈھانچے پر قبضہ کیا تو یہاں سماج کی بنیادوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔یہاں کے مشترکہ زندگی کو توڑا گیا اور لوگوں کو تقسیم در تقسیم کیا۔ادب نے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے یہاں کے سماج کا عکس پیش کیا۔اکرام اللہ نے اپنے ناول میں اس سماج کا ہر ایک زاویہ پیش کیا ہوا ہے۔"ستی" ایک رسم ہے جو ہندو مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا ذکر بھی اکرام اللہ نے ناول میں کیا ہوا ہے۔

> "اصل ستی تو انگریز حکمرانوں نے عرصہ ہوا بند کر دی تھی میرا خیال ہے کہ مردانہ انا کو موت کے اس پار ساتھ لے جانے کا اچھا ذریعہ تھی۔اب مردانہ انا کی تشفی کے لیے اور ذرائع دریافت کیے گیے ہیں۔جیسے محبوبہ کے خاندان کا مجموعی قتل ،چہرے پر تیزاب پھینکنا،ناک کاٹنا وغیرہ جو اتنے موثر اور اطمینان بخش تو نہیں ہوتے۔"[2]

معاشرہ مرد اور عورت کے درمیان عمرانی معاہدے کے تحت کامیاب عائلی زندگی گزارنے کے بعد وجود میں آتا ہے۔لیکن جس معاشرے میں خاندانی زندگی یا مرد و عورت میں کسی بھی فرد کی حق تلفی کی جارہی ہو یا کسی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہو وہ معاشرہ کامیاب سماج نہیں کہلایا جاتا۔اس میں انسان کا زوال لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔اکرام اللہ نے اس ناول میں سماج کی اکائی پر سوال اٹھایا ہے۔کیونکہ یہ کسی بھی سماج کی اساس ہوتا ہے۔ناول سائے کی آواز دراصل کمال دین کی آپ بیتی ہے۔جس نے ایک طویل عمر گزاری ہے۔کمال دین کا فیروزہ نامی ہیرہ منڈی کی طوائف سے گہرہ تعلق رہا ہے جو محبت پر مبنی ہے۔ناول کے ابتدا میں کمال دین نے فیروزہ کے ساتھ عشق اور مرد ہونے کے باوجود فیروزہ کو تنہا معاشرتی جبر کے لیے چھوڑنے کا ذکر کیا ہے۔جو ہمارے سماج کا ایک رخ ہے۔

> "فیروزہ سے بہت تند و تیز عشق کیا۔دیسی شراب کی طرح کا جو ایک ہی گھونٹ میں الٹا دے۔ملاپ کا وقت آیا تو میں بھاگ اٹھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بن آئی موت ماری گئی۔"[3]

اکرام اللہ کے ہاں سماجی جبر ،انسانی استحصال،سماج میں شکست و ریخت کے مسائل،کو اپنے فکشن کا موضوع بنایا ہے۔ان کے فکشن میں فرد کے مسائل نہیں بلکہ پورے معاشرے کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔چند کرداروں کے ذریعے پورے معاشرے کو آئینے کی طرح دیکھا دیتا ہے۔کمال دین اناسی برس کی عمر میں فالج زدہ ہو کر وہیل چیئر پر براجمان ہو چکا ہے۔اس کے ساتھ انسانوں کی بے حسی کا سامنا ہے۔وہ بوڑھا ہو چکا ہے۔اس کا بیٹا اور بہو اسے ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔ہمارے سماج میں یہ بھی ایک سنگین مسئلہ ہے کہ جب انسان کمانے کے لائق نہیں رہتا تو گھر والے اسے بوجھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔انسان کی انفرادی بے بسی بھی اس کے لیے سماجی مسائل کھڑے کر سکتے ہیں۔ناول کے عنوان "سائے کی آواز" سے خوف کا پتا چلتا ہے کہ یہ خوف کی علامت ہے۔اور سماجی سایہ ہے۔جس کے خلاف مزاحمت بھی کبھی کبھار دشوار ہو جاتا ہے۔یہ سماجی سایے کی آوازیں وہ خوف ناک آوازیں ہیں جو تیسری دنیا کا ہر انسان محسوس کرتا ہے۔اکرام اللہ نے مشرقی سماج کا سب سے بڑا مسئلہ تقسیم ہند بھی اسی ناول میں ذکر کیا ہوا ہے۔ان تمام سماجی مسائل کو کہانی کا حصہ بنا کر اکرام اللہ ماضی کو حال سے پیوست کر دیتے ہیں۔

کسی بھی سماج میں مال وزر کی وجہ سے لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔جس میں خاندانوں کے درمیان ہونے والی جائیدادوں پر لڑائیاں بنیادی اہمیت و توجہ کی حامل ہیں۔جب اباء واجداد ضعیف ہو جاتے ہیں تو ان کی ورثے میں چھوڑی ہوئی جائیداد پر ان کی آنے والی نسلوں کی نظریں لگ جاتی ہیں۔اس ناول میں مرکزی کردار کمال دین کی بہو کا بھی ایسا ہی کردار ہے۔اس کی نظر کمال دین کی جائیداد پر ہے۔وہ اس کی موت کی متمنی ہے اکرام اللہ نے ناول میں مڈل کلاس سماج کی عکاسی کی ہوئی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ایلیٹ کلاس کے لوگوں کے مسائل کو بھی دکھایا گیا ہے۔ مڈل کلاس سماج میں ایک انسان دوسرے انسان پر بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اکرام اللہ نے کمال دین کے گھریلو زندگی کا نقشہ کھینچ کر اس کی سماجی اہمیت بتائی ہوئی ہے۔ سائے کی آواز میں کمال احمد کی بہو کا چہرہ یوں سامنے آتا ہے کہ وہ کمال دین سے کل جائیداد لے کر گھر سے ہی بے دخل کرنا چاہتی ہے۔

"کئی بار کہہ چکی ہے کہلوا چکی ہے کہ میں کوٹھی اور زرعی زمین اس کے خاوند کے نام منتقل کروں جو میں نہیں کر رہا۔ ایک تو یہ کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں کو جو میری ایسی ہی الاد ہیں جیسی اس کا خاوند انہیں ان کے حق سے کیوں محروم کروں ۔ دوسرے یہ کہ جائیداد بھی میرے نام پر ہے تو سلوکا یہ عالم ہے کہ میری بات تک نہیں سنتی۔۔ اگر اس کا کہا مان لوں تو شام ہونے سے پہلے یہ کاسہ میرے ہاتھ میں پکڑا کر سڑک پر میری گھڑی بنا کے دھر دے گی۔"[4]

کسی بزرگ کا اپنے خاندان کے افراد کے ذریعے اس قدر توہین کسی بھی سماج کی اکائی کی نفی ہے۔ اکرام اللہ نے کمال دین کے کردار کے ذریعے اس معاشرے کا زیر غور مطالعہ کیا ہوا ہے اور اس کے تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا ہوا ہے۔ کسی بھی فرد کو بڑھاپے میں بے سہارا دیکھ کر اس سے دولت لوٹنے کی کوشش کر کے اس کو بے گھر کر لینا ایک انسان دشمن عنصر ہے۔ اکرام اللہ نے اسی انسان دشمن عناصر کو ناول کے ذریعے بتا کر سماج کا بھیانک چہرہ دکھایا ہوا ہے۔ اکرام اللہ نے انگریزوں کے کرتا دھرتا پر بھی پانی نہیں پھیرا اور نہ ہی اس سے قطع نظری کی ہے۔ جلیانوالہ باغ کا واقع انگریز جرنل ڈائر کا وہ سفاکانہ عمل تھا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ غیروں کی اس سفاکیت کو اپنوں کی سفاکیت سے تشبیہ دے کر اکرام اللہ نے کمال احمد کے کردار کے ذریعے یوں بیان کیا ہے:

"میں گویا جلیانوالہ باغ تھا اور درد کا مشعل مضطرب ہجوم اس میں بند تھا۔ باغ کا ایک ہی تنگ راستہ تھا جس پر سلطنت برطانیہ ڈھے جانے کے خوف سے گھبرایا ہوا تھا۔ جنرل ڈائر اور اس کی فوج مشینگنیں تانے کھڑی تھی جو نہ کسی کو اندر آنے دیتے نہ باہر جانے دیتے تھے۔ باغ کے چاروں طرف اونچی دیوار تھی اور کونے میں اندھا کنواں تھا"[5]

عائلی زندگی سے لے کر بازار، دیہات اور شہری زندگی تک کی عکاسی اکرام اللہ نے ناول "سائے کی آواز" میں کی ہوئی ہے۔ گویا کہ یہ ناول ایک بھرپور زندگی کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو ایک عہد کی ترجمانی کرتا ہے۔ کمال احمد کے ساتھ ایک اور کردار اعجاز علی شاہ کے بازار حسن کی عیاشیاں بھی دکھائی گئی ہے۔ فیروزہ بھی اسی بازار حسن میں ان کو مل جاتی ہے۔ وہاں کی زندگی کا عکس یوں پیش کیا جاتا ہے:

"ہزار پاور کے بلب کے نیچے فیروزہ جس کا نام ان دنوں شگفتہ تھا اور اس کی ماں بیٹھی طبلے اور سارنگی والے سے گپ لگا رہی تھیں۔ اسکی ماں منہ پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھی۔ فیروزہ جھٹ سے کھڑی ہو کر آداب بجالائی۔ ماں نے بسم اللہ تشریف لائیے کہا۔ فرش پر بیٹھنے کا انتظام تھا سفید چمکتی چاندنی کی پاکیزگی بحال رکھنے کی خاطر میں نے تسموں والے بوٹ اتارنے چاہے تو اماں پکاری آئے ہائے چلے آیئے اسی طرح کچھ نہیں بگڑتا اس کا۔"[6]

سماج میں جینے کی خاطر انسان کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن معاشرے کے رہنے والے ایسے لوگوں کو جینے نہیں دیتے۔ اکرام اللہ نے "سائے کی آواز" میں بازار حسن اور طوائف کی زندگی کو دیکھا کر ایسے لوگوں کے دگرگوں حالات سے پردہ اٹھایا ہوا ہے۔ جب کمال احمد اور اعجاز شاہ کوٹھے سے نکلتے ہیں تو اس کے تاثرات کچھ یوں ہوتے ہیں:

"تانگے کی طرف جاتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا ان کنجریوں میں بھی کوئی کوئی انسان ہوتی ہے۔"[7]

ناول سائے کی آواز کا سماجی تناظر میں مطالعہ کرنے سے قاری اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اکرام اللہ نے سماج کے ہر پہلو کو ناول کی کہانی میں سمیٹا ہے۔ انہوں نے سماج میں رہنے والے اور سماجی مسائل کا سامنا کرنے والے ایک فرد کی کہانی کے ذریعے دیگر سماجی جزیات کو بھی بیان کیا ہوا ہے۔ اس مقالے میں ناول میں بیان ہونے والے ان چیدہ چیدہ سماجی عناصر کا جائزہ لیا گیا ہے اور اکرام اللہ کے سماجی ادراک کو واضح کیا گیا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات

1۔ اکرام اللہ، سائے کی آواز، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2001ء، ص3۔

2۔ ایضاً، ص5۔

3۔ ایضاً، ص13۔

4۔ ایضاً، ص20۔

5۔ ایضاً، ص3۔

6۔ ایضاً، ص43۔

7۔ ایضاً، ص56۔